یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونو مع الصادقین

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور
سچوں (صدیقوں) کیساتھ ہو جاؤ (نسبت قائم کرلو)

از

فقیہ عصر الحاج مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مفتی آباد کھڑیانوالہ سے چار کلومیٹر شیخوپورہ روڈ پر فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْ مَعَ الصَّادِقِيْنَ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور
سچوں (صدیقوں) کیساتھ ہو جاؤ (نسبت قائم کرلو)

نسبت

از

فقیہ عصر الحاج مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مفتی آباد کھڑیانوالہ سے چار کلومیٹر شیخوپورہ روڈ پر فیصل آباد

نام کتاب ــــــــــــ نسبت

مصنف ــــــــــــ فقیہ العصر الحاج مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

قیمت ــــــــــــ 28.00 روپے

ٹائٹل ڈیزائن ــــــــــــ الباسط گرافکس لاہور

تعداد ــــــــــــ 2000

پتہ

پیش لفظ

از مصنف!

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی اٰلہ واصحابہ الّذین اوفوا بعھدہ۔

امابعد!

اے میرے بھائی اس بات کو یقین جان کہ نجات پانے والا جنت حاصل کرنے والا گروہ اہلسنت وجماعت ہے۔ تسکین خاطر ﴿دل کی تسلی﴾ کے لئے رسالہ مبارکہ بنام جنتی گروہ پڑھ کر دیکھ لیجئے اور اہل سنت وجماعت سے مراد وہ گروہ ہے جو کہ منعم علیہم یعنی ولیوں، غوثوں، قطبوں کے عقائد و نظریات کا حامل ہے اور یہی وہ خوش قسمت گروہ ہے کہ اللہ رب العالمین جل جلالہ نے ساری برکتیں ساری سعادتیں انہی کی قسمت میں لکھ دی ہیں۔ سچا عشق

رسول ﷺ کا عطا ہوا تو اسی پاک گروہ کو نبیوں ولیوں کے ساتھ ادب کی توفیق ملی تو اِسی خوش نصیب گروہ کو' توحید و رسالت کو صحیح طور پر ماننے والی جماعت ہے تو یہی خوش بخت جماعت ہے۔ نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کی آلِ پاک کے ساتھ دل سے محبت کرتے ہیں تو یہی اہل سنت و جماعت اور حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کے صحابہ کرام کے ساتھ دل سے عقیدت رکھتے ہیں تو یہی اہلسنت و جماعت جو کہ ولیوں غوثوں قطبوں اور ان کے پیروکاروں کا گروہ ہے اور یہی وہ گروہ ہے جو کہ اس ارشاد مبارک کا مصداق ہے:

اثبتکم علی الصراط اشدکم حبالاھلبیتی ولاصحابی۔ ﴿جامع صغیر﴾

یعنی اے میری امت تم میں سے پل صراط پر سلامتی کے ساتھ وہ گذرے گا جو میری آلِ پاک اور میرے صحابہ کرام کے ساتھ سچی محبت رکھے گا۔ مگر کچھ

لوگ جن کے عقائد و نظریات منعم علیھم یعنی ولیوں ،غوثوں ،قطبوں والے نہیں ہیں بلکہ وہ خارجی نظریات کے حامل ہیں وہ کافروں اور بتوں والی آیات مبارکہ پڑھ پڑھ کر عشقِ رسول والوں کو مشرک کہتے ہے۔ اور وہ ایمان والوں کو صرف عشقِ مصطفیٰ اور محبت رسول کی وجہ سے مشرک گردانتے ہیں۔

مرزا غالبؔ نے سچ کہا ؎

اُلفت کو احمقوں نے پرستش دیا قرار

یعنی احمقوں نے حضور ﷺ کی محبت کو پرستش اور عبادت قرار دیدیا ہے۔

ولا حول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

اور یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ان لوگوں نے صرف بغضِ رسول ﷺ کی بنا پر رسولِ خدا پر بھی شرک کا فتویٰ لگا دیا تھا چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے ایک دن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

من احبنی فقد احب اللّٰہ ومن اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ۔

یعنی جس نے مجھ سے محبت کی بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی

فقال المنافقون لقد قارف الشرك

یعنی یہ سن کر منافقوں نے کہا اللہ کے رسول نے شرک کیا ہے۔﴿روح البیان﴾

ایسے ہی لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اُسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنے والوں اور نبیوں' ولیوں کا ادب کرنے والوں کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر کافروں اور بتوں والی آیتیں پڑھ پڑھ کر مشرک کہنا اور خود کو اہلسنت و جماعت کہلانا شروع کر دیا ہے۔ مگر ایسا ہر گز نہیں ہے۔ حق

حق ہے اور باطل باطل ہے۔ کھرا کھرا ہے اور کھوٹا کھوٹا ہے۔ خالص گھی اور بناسپتی گھی میں جو نمایاں فرق ہے وہ خوشبو ہے۔ خالص گھی سے خوشبو آئے گی اور بناوٹی گھی میں خوشبو نہیں ہوتی۔ یوں ہی صحیح اہلسنت و جماعت وہ ہے جس سے عشقِ رسول کی خوشبو آئے اور جس میں عشقِ رسول کی خوشبو نہ ہو وہ سچا سُنّی نہیں ہو سکتا۔ ہزار اہلسنت و جماعت کے لیبل لگائے ہرگز صحیح اہلسنت و جماعت نہیں ہو سکتا۔ بوتل میں شراب بھری ہو اور اس پر شربت روح افزا کا لیبل لگا دیا جائے تو وہ شربت روح افزا نہیں بن سکتا۔ یونہی جب تک دل میں عشق مصطفی ﷺ نہ ہو صرف اہلسنت و جماعت کہنے یا لکھنے سے اہل سنت و جماعت نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ محبت مصطفی ﷺ ہی ایمان ہے اور عشق رسول ﷺ ہی اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے۔

ڈاکٹر سر اقبال نے خُوب فرمایا:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

نیز فرمایا ؎

دردل مسلم مقام مصطفیٰ است

آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

اور علامہ فاسی شارح دلائل الخیرات نے مطالع المسرات میں فرمایا:

من لامحبة له' لاایمان له' فحبه صلی اللہ علیہ وسلم رکن الایمان لایثبت ایمان عبد ولایقبل الا بمحبة صلی اللہ علیہ وسلم ۔

﴿مطالع المسرات﴾

جس دل میں اللہ تعالیٰ کے حبیب کی محبت نہیں اس کا ایمان ہی نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کا رکن ہے لہٰذا کسی بندے کا ایمان بغیر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ثابت ہو سکتا ہے نہ قبول ہو سکتا ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے بھی رسول اکرم ﷺ کی محبت شرط ہے۔ چنانچہ مطالع المسرات میں ہے :

فمحبة اللّٰه مشروط بمحبة رسوله ﷺ

یعنی حبیب خدا ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے شرط ہے۔

نیز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

وحب رسول اللّٰه ﷺ افضل من عتق الانفس اوقال من ضرب السیف فی سبیل اللّٰه۔

﴿ترغیب وترہیب﴾

یعنی حبیب خدا ﷺ سے محبت رکھنا غلام آزاد کرنے، اللہ کی راہ میں تلوار چلانے سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب ﷺ کی سچی محبت اور صحیح اتباع عطا فرمائے۔ آمین۔

بجاه حبیبه الکریم رحمة للعالمین شفیع

المذنبین ﷺ

اور یہ لوگ جو خالص اور صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت کو مشرک قرار دیکر خود اہلسنت و جماعت بنتے ہیں یہ لوگ عملوں کو ہی اہمیت دیتے ہیں نسبت کو کچھ وقعت نہیں دیتے۔ حالانکہ نسبت یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی طرف منسوب ہونا بہت بڑی دولت اور بیش بہا نعمت ہے اس نسبت کے ثبوت کے لئے رسالہ مبارکہ جس کا نام ہی نسبت ہے جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے پڑھیئے اور آنکھیں ٹھنڈی کیجئے اللہ تعالیٰ ہی ہدایت و توفیق دینے والا ہے۔

وھو حسبنا ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر۔

ابو سعید غفر لہ ولوالدیہ

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرحیم۔

الحمد للّٰه الذی من علینا فجعلنا من امة حبیبه ونبیه ورسوله سیدالمرسلین رحمة للعالمین شفیع المذنبین صلی اللّٰه عالی علیه وعلے اله واصحابه اجمعین۔

تمہید

نسبت کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے پہلے چند باتیں بطور اصطلاح لکھی جاتی ہیں تاکہ پڑھنے والے کو مضامین کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

۱۔ نسبت :۔

ایک چیز کا کسی دوسری چیز کی طرف منسوب ہونا یا منسوب کرنا۔ اسے نسبت کہتے ہیں جیسے لاہوری، فیصل آبادی، پشاوری، پاکپتنی، شرقپوری، جہلمی، بغدادی، مکی،

مدنی۔

۲۔ منسوب :۔

جس چیز کی نسبت دوسری چیز کی طرف کریں اسے منسوب کہتے ہیں۔

۳۔ منسوب الیہ :۔

جس چیز کی طرف کسی دوسری چیز کی نسبت کی جائے اسے منسوب الیہ کہا جاتا ہے۔

لاہوری میں لاہور کا باشندہ منسوب ہے اور لاہور منسوب الیہ ہے۔

یوں ہی فیصل آبادی میں فیصل آباد کا باشندہ منسوب ہے اور فیصل آباد منسوب الیہ ہے۔ ﴿علیٰ ھذا القیاس﴾

۴۔ منسوب کی قدر و قیمت منسوب الیہ کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اگر منسوب الیہ اعلیٰ و ارفع ہو تو منسوب بھی اسی اعتبار سے اعلیٰ و ارفع ہو گا اور اگر منسوب الیہ خسیس اور غیر

معتبر ہو تو منسوب بھی اسی کے مطابق خسیس اور غیر معتبر ہو گا۔ مثلاً کسی گائے یا بکری کا چمڑہ ہو اور اسے رنگ دینے کے بعد اس کے کچھ حصّے سے قرآن پاک کی جلد بنالی اور کچھ حصّے سے جوتا بنا لیا جائے تو اس چمڑے کا وہ حصّہ جس سے قرآن مجید کی جلد بنائی گئی اسکا مرتبہ و مقام قرآن مجید کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے اعلیٰ و ارفع ہو گیا کہ اس کو بغیر وضو ہاتھ لگانا ناجائز ہو گیا۔﴿لا یمسه' الا المطهرون﴾ اور چمڑے کے جس حصّے سے جوتا بنا اس کی قدر و قیمت کچھ بھی نہ رہی حتیٰ کہ اسے پہنے گندی جگہ لے جاؤ تو اسے کوئی بُرا نہ کہے گا۔ یوں ہی ایک مٹی سے دو اینٹیں بنائی گئیں اور دونوں کو ایک ہی بھٹے میں ایک ہی بار پکایا گیا۔ جب پک کر تیار ہو گئیں تو ایک اینٹ کو مسجد کے صحن میں لگا دیا گیا اور دوسری اینٹ کو بیت الخلاء میں لگا دیا تو ان دونوں اینٹوں کی قدر اور ان کا مرتبہ ان کے منسوب الیہ کے اعتبار سے ہو گا

جو اینٹ مسجد کے صحن میں لگ گئی اس کا مرتبہ اپنے منسوب الیہ ﴿مسجد﴾ کے اعتبار سے بہت اونچا ہو گیا کہ اس پر جوتا پہن کر چلنا بے ادبی میں داخل ہے حتیٰ کہ اگر کوئی بزرگ کوئی پیر یا ولی اللہ بھی اس اینٹ پر جوتا لے کر چلے گا تو ہر کوئی دیکھنے والا اسے روکے گا کہ یہ مسجد ہے جوتا اتار لیں اور جو اینٹ بیت الخلاء میں لگ گئی اس کی شان منسوب الیہ کے اعتبار سے گر گئی اس پر جوتا لے کر چلیں اس پر بچے، جوان، بوڑھے پیشاب پاخانہ کریں تو نہ کوئی بُرا محسوس نہ کرے گا اور نہ کہیگا کہ ایسا نہ کرو یہ فرق نسبت کی وجہ سے ہوا حالانکہ دونوں اینٹیں ایک ہی مٹی سے بنائی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منسوب کی قدر منسوب الیہ کے اعتبار سے ہوئی ہے۔ یوں ہی کوئی چیز یا کوئی انسان کسی بزرگ کسی ولی کسی غوث یا کسی قطب یا کسی نبی کی طرف منسوب ہو تو اسکی قدر اپنے منسوب الیہ کے اعتبار سے

ہو گی مثلاً کوئی نوح علیہ السلام کا امتی بنا کوئی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا امتی بنا کوئی کلیم اللہ اور کوئی روح اللہ علیہما السلام کا امتی بنا تو اس کی قدر اس کی شان اپنے منسوب الیہ کے اعتبار سے ہو گی اور جو شخص حبیب خُدا سید انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم کا امتی بنا اس کی شان اپنے منسوب الیہ کے اعتبار سے بہت اونچی ہو گئی۔ حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن ساری امتوں سے پہلے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی امت سے پہلے حضرت کلیم اللہ روح اللہ علیہما السلام بلکہ سارے نبیوں رسولوں کی امتوں سے پہلے پل صراط سے گذر جائے گا اور پہلے جنت جائے گا۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ منسوب کی قدر منسوب الیہ کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

تنبیہ :-

خارجی نظریہ توحید والے نسبت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور وہ صرف عمل ہی کا پرچار کرتے ہیں ان کی نظر میں عمل ہی سب کچھ ہے کسی کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونا کسی ولی کسی غوث یا قطب کی طرف منسوب ہونا اس کی کچھ وقعت نہیں دیتے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے :

عن الحسن بن علی رضی اللّٰہ عنھما انہ‘ قال لبعض الخوارج فی کلام جری بینھما بما حفظ اللّٰہ تعالٰی مال الغلامین قال بصلاح ابیھما قال فابی وجدی خیر منہ فقال الخارجی انبئنا اللّٰہ تعالٰی انکم قوم خصمون۔ ﴿روح المعانی سورہ کہف﴾

یعنی سیدّنا امام حسن مجتبٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک خارجی کے درمیان نسبت کے متعلق بات چل نکلی تو سیدّنا

امام حسن رضی اللہ عنہ نے خارجی سے سوال کیا یہ بتا کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت خضر علیہما السلام جا رہے تھے اور ایک بستی سے گذرے جہاں دو یتیموں کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کو حضرت خضر نے درست کر دیا تھا تاکہ جو خزانہ یتیم بچوں کا اس دیوار کے نیچے مدفون تھا محفوظ رہے اور وقت پر ان یتیم بچوں کے کام آئے تو یہ بتا کہ وہ خزانہ کس وجہ سے محفوظ کیا گیا تھا۔ تو اس خارجی نے کہا ان بچوں کے باپ کی نیکی کی وجہ سے محفوظ کیا گیا اس پر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو میرے والد ماجد اور میرے نانا جان ان بچوں کے باپ سے بہتر ہیں۔ یہ سن کر اس خارجی نے بجائے اس کے کہ وہ اس نسبت کو تسلیم کرتا الٹا یہ الزام لگایا ہمیں معلوم ہے کہ تم جھگڑالو قوم ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ خارجیوں کے نزدیک نسبت کوئی چیز نہیں لیکن اہلسنت و جماعت اور ان

کے اکابر اولیاء کرام مثلاً سیدنا امام الاولیاء سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری، غوث الثقلین سیّدنا غوث اعظم محبوب سبحانی قطب ربانی، معین الحق والدین خواجہ معین الدین چشتی، فرید الحق والدین خواجہ فرید الدین گنج شکر مخدوم الاولیاء خواجہ بہاؤ الدین شاہ نقشبند بخاری، غوث زماں خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانی، شیخ الانس والجن امام ربانی مجدّد الف ثانی سرہندی رضی اللہ عنہم کے نزدیک نسبت بڑی چیز ہے نسبت اچھی ہو تو دونوں جہاں سنور جاتے ہیں سعادت دارین حاصل ہوتی ہے اور اگر نسبت نہ ہو تو سب کچھ رائیگاں جاتا ہے۔

ہم سے بدکار بھی ان کے ہیں امتی
امتی ان کا ہونے کو ترسیں نبی
ان کی نسبت سے حاصل ہوا یہ شرف
سچ پوچھو تو نسبت بڑی چیز ہے

نسبت کا ثبوت

قرآن وحدیث اور سچے واقعات سے

آیت (۱)

وکان تحتہ' کنز" لھما وکان ابوھما صالحاً

﴿سورہ کہف﴾

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ جا رہے تھے۔ ایک بستی سے گذر ہوا وہاں ایک دیوار دیکھی جو کہ گرنے والی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو نئے سرے سے درست کر دیا اور پھر موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دریافت کرنے پر بتایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ مدفون ہے اگر دیوار گر جاتی تو لوگ خزانہ لوٹ کر لے جاتے

میں نے اس دیوار کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے درست کر دیا ہے اور یہ اس لئے کیا ہے کہ ان یتیم بچوں کا باپ نیک تھا۔

"وکان ابوھما صالحاً" یہاں نسبت کام آئی کہ ان بچوں کے باپ کی صالحیت ﴿نیکی﴾ کی وجہ سے ان کا خزانہ محفوظ کر دیا گیا۔ ﴿تفسیر مظہری سورہ کہف﴾

نیز تفسیر مظہری میں بہیقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

وقیل کان بین الغلامین وبین الاب الصالح سبعة آباء

یعنی کہا جاتا ہے کہ ان بچوں کا ساتواں دادا نیک تھا جس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہ انعام ملا کہ ان کا خزانہ محفوظ کر دیا گیا۔ اور تفسیر ابن کثیر میں ہے:

﴿وکان ابوھما صالحاً﴾فیه دلیل" علےٰ ان الرجل الصالح یحفظ فی ذریته وتشتمل برکة

عبادته فی الدنیا والآخرة بشفاعته فیهم ورفع
درجاتهم الیٰ اعلےٰ درجة فی الجنة لتقرعینه' بهم
کماجآ ء فی القرآن ووردت به السنة قال سعید
بن جبیر عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما حفظا
بصلاح ابیهما ولم یذکر لهما صلاحاً وتقدم انه'
کان الاب السابع فاللّٰه اعلم۔

یعنی اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نیک انسان کی وجہ سے اس کی اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس نیک انسان کی عبادت کی برکت اس کی اولاد کو دونوں جہاں میں شامل ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے بلندی درجات کی سفارش کرے گا اور ان کے درجے بلند کئے جائیں گے۔ تاکہ اس مرد صالح کی اولاد کے ساتھ نسبت ہونے کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی رہیں جیسے کہ قرآن وحدیث میں وارد ہے اور حضرت سعید بن جبیر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ

عنہما سے روایت کی کہ ان دو یتیم بچوں کو باپ کی نیکی کی وجہ سے حفاظت نصیب ہوئی اور ان بچوں کی نیکی کا کوئی ذکر نہیں آیا اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ نیک باپ ان کا ساتواں دادا تھا۔

اور تفسیر معارف القرآن میں ہے محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کی نیکی اور صلاحیت کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے خاندان کی اور اس کے آس پاس کے مکانات کی حفاظت فرماتے ہیں۔ ﴿معارف القرآن سورہ کہف﴾

نیز قرطبیؒ میں ہے کہ حضرت شبلی فرمایا کرتے تھے کہ میں اس شہر اور پورے علاقے کے لئے امان ہوں جب ان کی وفات ہو گئی تو ان کے دفن ہوتے ہی کفار دیلم نے دریائے دجلہ عبور کر کے بغداد پر قبضہ کر لیا اس وقت لوگوں کی زبانوں پر یہ تھا کہ ہم پر دوہری مصیبت ہے یعنی

شبلی کی وفات اور دیلم کا قبضہ۔ ﴿معارف القرآن سورہ کہف﴾

یہ نسبت ہی کی برکت ہے کہ ایک اللہ والا پورے علاقے کیلئے امان ہے اور تفسیر روح المعانی میں ہے :

عن الحسن بن علی رضی اللّٰہ عنہما انہ' قال لبعض الخوارج فی کلام جری بینھما بما حفظ اللّٰہ تعالٰی مال الغلامین قال بصلاح ابیھما قال فابی وجدی خیر" منہ فقال الخارجی انبئنا اللّٰہ تعالٰی انکم قوم" خصمون۔ ﴿تفسیر روح المعانی سورہ کہف﴾

یعنی سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک خارجی کے ساتھ گفتگو ہو گئی تو سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا اے خارجی یہ بتا کہ ان دو بچوں کے خزانے کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت کیوں کی تو خارجی نے کہا ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے تو سیدنا امام حسن نے فرمایا تو پھر میرے باپ اور میرے نانا جان ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾ اس نیک مرد

سے بہتر ہیں تو خارجی نے جواب میں کہا ہمیں معلوم ہے کہ تم جھگڑالو قوم ہو۔ ﴿معاذ اللہ﴾

خارجی نے نسبت ماننے سے انکار کر دیا اور امام پاک پر جھوٹا الزام لگا دیا لہٰذا معلوم ہوا کہ خارجی عقیدہ والے نسبت کے قائل نہیں ہیں اللہ والوں کی جماعت ہی اس کو مانتی ہے اور وہی اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

آیت ۲

و کلبھم باسط" ذراعیه بالوصید۔ ﴿سورہ کہف﴾
یعنی اصحاب کہف کا کتا اللہ والوں کے پیچھے جانے والا غار کے منہ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔

اصحاب کہف کے کتے کو بھی جو انعام ملے وہ نسبت کی وجہ سے ملے ان میں سے ایک انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے ساتھ قرآن پاک میں اس کتے کا بھی ذکر

خیر فرمادیا ہے دوم یہ کہ اس محبت اور نسبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے جو خاص انعام اپنے دوستوں کو عطا فرمایا کہ وہ تین سو نو سال سوئے رہے یہ خصوصی انعام نسبت کی برکت سے اس کتے کو بھی عطا ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ تین سو نو سال سویا رہا اور اس عرصے میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اصحاب کہف کی کروٹیں بدلتے رہے تو ساتھ ہی اس کتے کی بھی کروٹیں بدلتے رہے اور تیسرا انعام یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں ﴿اصحاب کہف﴾ کو بیدار کیا تو ساتھ ہی ان کے کتے کو بھی بیدار کر دیا چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے:

وکانوا اذانقلبوا انقلب وھو مثلھم فی النوم والیقظۃ۔

یعنی اصحاب کہف کی جب کروٹیں بدلی جاتیں تو ان کے ساتھ ان کے کتے کی بھی کروٹیں بدلی جاتیں اور وہ کتا

نیند اور بیداری میں ان کے ساتھ شامل تھا۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے :

وشملت کلبهم برکتهم فاصابه' مااصابهم من النوم علٰے تلك الحال وهذه فائدة صبحةالاخيار فانه' صار لهٰذا الكلب ذكر خيرٍ وشان"۔

﴿تفسیر ابن کثیر سورہ کہف﴾

یعنی اصحاف کہف کے کتے کو بھی ان کی برکت حاصل ہوئی کہ جوان کو نیند والا انعام ملا وہ ان کے کتے کو بھی عطا ہوا اور یہ نیک لوگوں کی صحبت کا فائدہ ہے کہ اس کتے کا بھی قرآن پاک میں ذکر خیر اور شان بیان ہوئی۔ نیز حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

سگ اصحاب کہف روزے چند

پے نیکاں گرفت مردم شد

پھر چوتھا انعام جو اللہ والوں کے ساتھ نسبت کی وجہ

سے اس کتے کو آخرت میں ملے گا وہ یہ کہ وہ کتا بھی اللہ والوں کے ساتھ جنت میں جائیگا۔

چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ

اوبامردان داخل جنت شود در صورت کبش

﴿روح البیان جلد ۵ سورہ کہف﴾

یعنی اصحاب کہف کا کتا بھی ان کے ساتھ مینڈھے کی صورت میں جنت میں جائے گا۔ اے میرے عزیز اس واقعہ کو غور سے پڑھ اور بے نسبتا نہ رہ۔

حسبنااللہ ونعم الوکیل۔

آیت (۳)

یانسآء النبی لستن کاحدٍ من النسآء۔ ﴿احزاب﴾

اے میرے حبیب کی بیویو ﴿تمہاری شان بڑی اُونچی ہے﴾ جہاں بھر کی عورتوں میں سے تم کسی عورت

جیسی نہیں۔

اس آیت پاک کی رو سے کوئی بھی عورت کتنی نیک پاک ہو عابدہ زاہدہ ہو علیمہ فہیمہ ہو۔ رابعہ یا مریم ہو وہ ازواج مطہرات میں سے کسی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی اور یہ بے مثلی صرف اور صرف نسبت کی وجہ سے ہے۔ یعنی حبیب خدا ﷺ کی طرف منسوب ہونے نے جہاں بھر کی عورتوں سے ممتاز کر دیا۔

دامن مصطفےٰ ﷺ سے جو لپٹا یگانہ ہو گیا
جس کے حضور ہو گئے اسکا زمانہ ہو گیا

آیت (۴)

وہ قمیص وہ کپڑا جو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم پاک کے ساتھ لگ گیا اس نسبت سے اس میں برکت آگئی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی

آنکھوں کے ساتھ لگانے سے گئی ہوئی نظر واپس آگئی

قرآن پاک میں ہے:

اذهبوا بقميص هذا فالقوه على وجه ابى يات بصيراً۔ ﴿سورہ یوسف﴾

یعنی یوسف علیہ السلام نے فرمایا اے بھائیو میرے اس کرتے کو لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے چہرے پر ڈال دو تو وہ بینا ہو جائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی وہ قمیص مبارک جو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی یوسف علیہ السلام کے جسم پاک کے ساتھ لگ چکی تھی جب وہ قمیص سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے ساتھ لگائی گئی تو اس کی برکت سے نظر مبارک لوٹ آئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے جسم پاک کے ساتھ لگ جائے تو اس نسبت کی برکت سے اس چیز کی قدر و منزلت بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں بڑھ جاتی ہے۔

(۵)

حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار شریف میں واقعہ لکھا کہ ایک وقت قحط سالی ہوگئی بارش نہیں ہوتی تھی لوگ پریشان ہوئے دعائیں کرتے بلبلاتے مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ آخر کار حضرت بی بی سائرہ کے کُرتے کے تار ﴿تند﴾ لے کر اس کی طفیل دعا کی تو بارش ہوگئی اور قحط سالی دور ہوگئی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحات پر آرہا ہے اور یہ سب کچھ نسبت کی برکت ہے۔ سچ پوچھو تو نسبت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بانسبت کرے۔

نسبت کی اہمیت احادیث مبارکہ سے

حدیث (۱)

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یصف اھل النار فیمربھم الرجل من اھل الجنۃ فیقول الرجل منھم یافلان اماتعرفنی انا الذی سقیتك شربةً وقال بعضھم انا الذی وھبت لك وضواً فیشفع فیدخلہ الجنۃ۔ ﴿رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ المصابیح﴾

یعنی حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کا دن ہو گا کچھ لوگ جن کے لئے جہنم کا حکم ہو چکا ہو گا۔ وہ کھڑے ہوں گے تو ان کے پاس سے ایک جنتی گذرے گا اس کو دیکھ کر ان دوزخیوں سے ایک بولے گا جناب آپ مجھے جانتے ہیں

میں وہ ہوں کہ جس نے آپ کو پانی پلایا تھا کوئی کہے گا جناب میں نے آپ کو وضو کرایا تھا تو وہ جنتی ان کی سفارش کر کے ان کو جنت داخل کریگا۔

یہ ساری برکتیں نسبت کی ہیں اللہ تعالیٰ یہ ہماری نسبتیں قائم رکھے۔

امام یافعی نے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک یوں تحریر فرمایا ہے۔ تم خُدا تعالیٰ کے دوستوں ﴿فقرا﴾ کے ساتھ نسبت قائم کرو۔

واتخذوا عندهم الايادی

ان کے ساتھ احسان مروت کر لو کیونکہ قیامت کے دن ان کی عظمت اور شان ہو گی صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول "ومادولتهم" ان کی عظمت وشان کیسے ہو گی تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو فرمائے گا محشر کے میدان میں تم دیکھ لو جس کسی نے تمہیں دنیا میں کھانا دیا یا کپڑا پہنایا یا پانی پلایا اس کا

ہاتھ پکڑو اور اسے اپنے ساتھ جنت لے جاؤ۔

﴿روض الریاحین ص ۱۷﴾

حدیث ۲

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنه

ان نبی اللّٰہ ﷺ قال کان فیمن قبلکم رجل" قتل

تسعةً وتسعین نفساً فسال عن اعلم اهل الارض

فدل علٰی راهبٍ فاتاه فقال انه' قتل تسعةً وتسعین

نفساً فهل له' من توبة فقال لافقتله' فکمل به مائةً

ثم سال عن اعلم اهل الارض فدل علٰی رجلٍ

عالمٍ فقال انه' قتل مائة نفسٍ فهل له' توبة" فقال

نعم ومن یحول بینه' وبین التوبة انطلق الی ارض

کذاو کذافان بها اناساً یعبدون اللّٰہ تعالٰی فاعبداللّٰہ

معهم ولا ترجع الٰی ارضك فانها ارض سؤٍ فانطلق

حتّٰی اذا نصف الطریق اتاہ الموت فاختصمت فیه ملائکة الرحمة و ملائکة العذاب فقالت ملائکة الرحمة جآء تائباً مقبلاً بقلبهٖ الٰی اللّٰه تعالٰے وقالت ملائکة العذاب انه' لم یعمل خیراً قط فاتاھم ملك" فی صورة آدمی فجعلوہ بینھم ای حکماً فقال قیسوا مابین الارضین فالٰی ایتهما کان ادنٰی فهوله' فقاسوا فوجدوہ ادنٰی الی الارض التی اراد فقبضته' ملائکة الرحمة وفی روایةٍ فکان الی القریة الصالحة اقرب بشبرٍ۔ ﴿فجعل من اهلها﴾ متفق علیه۔ ﴿ریاض الصالحین﴾

سیدنا ابو سعید خدری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اُمتوں میں سے ایک شخص تھا گنہگار کہ اس نے ۹۹ انسان قتل کر دیئے تھے پھر اس نے لوگوں سے کہا مجھے کوئی ایسا عالم دین بتاؤ جو روئے زمین کے علماء سے بڑا ہو تو لوگوں نے اسے ایک

راھب کے پاس بھیج دیا اس نے حاضر ہو کر مسئلہ پوچھا کہ جناب میں ۹۹ انسانوں کا قاتل ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اس راھب نے کہا نہیں تو اس نے اس راھب کو بھی قتل کر کے سو ﴿۱۰۰﴾ پورا کر لیا پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ مجھے سب سے بڑے عالم کا راستہ بتاؤ تو لوگوں نے اسے ایک عالم دین کے پاس بھیج دیا اس نے عرض کی جناب میں نے ایک سو ﴿۱۰۰﴾ انسان قتل کئے ہیں تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے تو اس عالم دین نے کہا کیوں نہیں اور فرمایا کون ہے جو ارحم الراحمین اور توبہ کے درمیان حائل ہو سکے تو فلاں بستی جو کہ نیکوں کی بستی ہے وہاں کچھ اللہ کے بندے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مشغول ہیں تو بھی ان میں شامل ہو جا اور وہیں عبادت کر اور اس گنہگاروں کی بستی میں نہ آنا وہ یہ سن کر چل پڑا اور جب درمیان میں پہنچا تو اس کو موت آگئی تو اس کے متعلق

رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا رحمت کے فرشتے کہتے تھے یہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف ﴿ا﴾ ﴿اللہ والوں کی طرف﴾ آرہا تھا۔ اور عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ اس نے ایک نیکی بھی نہیں کی ﴿تو کیسے جنت جا سکتا ہے﴾ اسی دوران ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آگیا تو انہوں نے اسے اپنا حکم ﴿ا﴾ ﴿فیصلہ کرنے والا﴾ تسلیم کر لیا۔ اس نے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ دونوں بستیوں کے درمیانی فاصلہ کو پیمائش کر لیا جائے جس بستی کی طرف یہ انسان قریب ہو ان میں شمار کیا جائے گا اور جب پیمائش کی گئی تو بالشت بھر اللہ والوں کی بستی کے قریب نکلا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اس ٹکڑے کو جس طرف سے آرہا تھا حکم دیا کہ بڑھ جا اور جس بستی کی طرف جا رہا تھا اسے حکم دیا تو سکڑ جا لہٰذا اس فیصلہ کے مطابق اسے بخش دیا گیا۔

یہ اللہ والوں کے ساتھ نسبت کی برکت ہے کہ اتنا بڑا مجرم گنہگار سو ﴿۱۰۰﴾ کا قاتل جس نے ایک نیکی بھی نہیں کی تھی وہ نیکوں کی نسبت کی وجہ سے بخشا گیا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ نسبت ہونا یہ سب عملوں پر فائق ہے۔ اس کے ذیل میں کچھ واقعات بھی آ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف آنے سے مراد اللہ والوں کی طرف آنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان و مکانیات سے پاک ہے۔

حدیث (۳)

پیچھے بیان کیا جا چکا ہے کہ منسوب کی قدر منسوب الیہ کی قدر اور مرتبہ کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی طرف نسبت ہونا یعنی ان کا امتی ہونا

'موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا امتی ہونا' سلیمان علیہ السلام کا امتی ہونا' حضرت یعقوب علیہ السلام کا امتی ہونا' حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا امتی ہونا' حضرت ہود علیہ السلام کا امتی ہونا' حضرت صالح علیہ السلام کا امتی ہونا، حضرت شعیب علیہ السلام کا امتی ہونا بڑی نعمت ہے۔

لیکن حبیب خُدا سید انبیاء ﷺ کا امتی ہونا کچھ اور ہی چیز ہے۔ جب قیامت کا دن ہو گا۔ امتیں پل صراط کو عبور کرنے لگیں گی سیدنا روح اللہ، سیدنا کلیم اللہ، سیدنا خلیل اللہ، سیدنا نجی اللہ نیز دیگر انبیاء و مرسلین علیٰ نبینا و علیہم السلام کی امتیں جن کے پاس بے شمار نیکیاں ہوں گی سینکڑوں سالوں کی عبادتیں ہوں گی۔ جب وہ پل صراط پر سے گذرنے لگیں گی تو ان کو روک دیا جائے گا اور اگر وہ پوچھیں کہ فرشتو ہمیں کیوں روکا گیا ہے؟ تو جواب ملے گا جب تک اللہ تعالیٰ کا محبوب رحمتہ للعالمین علیہ الصلوٰۃ

والسلام اور ان کی امت پل صراط پر سے نہیں گذر جاتے اور کسی کو گذرنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

حدیث ④

عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ویضرب الصراط بین ظهرانی جهنم فاکون اول من یجوز من الرسل بامته.........الخ ﴿متفق علیه﴾

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دوزخ پر پلصراط نصب کی جائے گی تو سارے رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لیکر گذر جاؤں گا۔

والحمد للّٰہ رب العلمین۔

اس سے پتہ چلا کہ منسوب کی قدر منسوب الیہ کے مرتبے اور مقام کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ سچ ہے۔

چوں مہمان عزیز است طفیلی ہم عزیز۔

یعنی جب مہمان معزز ہو تو اس کے ساتھ آنے والے بھی اعزاز و اکرام کے حقدار ہوتے ہیں۔

حدیث ۵

اور یہی منظر ہوگا جب جنت میں جائیں گے سب سے پہلے حبیب خدا سید انبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو ساتھ لے کر جنت میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

وانا اول من یحرك حلق الجنة فیفتح اللّٰه لی فیدخلنیها ومعی فقراء المؤمنین۔

﴿ترمذی، مشکوٰۃ شریف﴾

جنت کا دروازہ بند کر دیا جائے گا تاکہ حبیب خُدا ﷺ اور ان کی امت سے پہلے کوئی داخل نہ ہو سکے حضور رحمت دوعالم ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے اس کو کھول دے گا اور مجھے سب سے پہلے جنت میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ میری امت کے فقراء مؤمنین ہوں گے۔

حدیث (۶)

نیز حدیث قُدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ سے فرمایا:

الجنة حرام" علے الانبیاء حتّٰی تدخلها وعلے الامم حتّٰی تدخل امتك۔

یعنی اے میرے محبوب جب تک تو جنت میں نہیں جائے گا تمام نبیوں اور رسولوں پر جنت حرام ہے اور اے

محبوب جب تک تیری امت جنت نہ جائے گی باقی امتوں پر جنت حرام کر دی جائے گی۔ اس حدیث پاک کو امام قشیری نے اور علامہ شیخ احمد قسطلانی نے بیان کیا ہے۔

﴿تجلی الیقین ص ۵۰﴾

اے میرے عزیز غور فکر کا مقام ہے ذرا سوچ کہ پہلی امتیں پہلے آئیں۔ پہلے کا حق ہوتا ہے کہ وہ پہلے جائے مگر نسبت کی برکت دیکھ کہ صرف اللہ تعالیٰ کے حبیب کی طرف نسبت ہونے سے یعنی ان کا امتی ہونے کی برکت سے اس امت کا حق مقدم ہو گیا۔ ساری امتیں جنت جانے کے انتظار میں جنت کے باہر کھڑی ہوں گی۔ ان کے پاس جنت جانے کے پرمٹ بھی ہوں گے مگر کیا مجال کہ ملائکہ کرام کسی کو بھی اندر جانے دیں بلکہ گویا یوں فرمایا جائے گا اے پہلی امتو۔ اے نوح علیہ السلام کی امت اے اللہ تعالیٰ کے پیارے خلیل کی امت اے کلیم اللہ اور روح اللہ کی

امت تمہارا حق مانتے ہیں کہ تم جنت جاؤ گے تمہیں کوئی جنت سے محروم نہیں کر سکتا مگر جب تک حبیب خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جنت داخل نہ ہو جائے کسی کو بھی اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں۔

سچ پوچھو تو نسبت بڑی چیز ہے۔

سوال :-

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ پہلے نبیوں رسولوں کی امتیں بھی جنت کی حقدار ہیں وہ بھی جنت جائیں گی۔ خواہ وہ حبیب خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعد ہی جائیں تو کیا موجودہ دور کے عیسائی اور یہودی جو اچھے کام کریں یہ بھی جنت جائیں گے یا نہیں ؟

جواب :-

رسول اکرم شفیع معظم رحمتہ للعالمین ﷺ کی بعثت سے پہلے جو یہودی یا عیسائی جنتیوں کے سے نیک کام کرتے تھے وہ تو بے شک جنت کے مستحق ہیں لیکن سید دوعالم سید المرسلین ﷺ کی بعثت کے بعد جنت جانے کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا حضور کا کلمہ پڑھنا شرط ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی یہودی یا عیسائی کتنے ہی نیک عمل کرے جب تک نبی اکرم ﷺ پر ایمان نہیں لاتا وہ جنت نہیں جاسکتا۔ اس پر جنت حرام ہے اس بات کا فیصلہ خود سید دوعالم ﷺ نے کردیا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ والذی نفس محمدٍ بیدہٖ لایسمع بی احدٌ من هٰذالامة

يهودى ولا نصرانى ثم يموت ولم يؤمن بالذى

ارسلت بہٖ الا كان من اصحاب النار۔ ﴿مشکوٰۃ شریف﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس امت کا کوئی یہودی اور کوئی عیسائی جب تک اس دین پر ایمان نہیں لاتا جس کو میں لایا ہوں اور وہ بغیر اس ایمان کے مرجائے تو وہ دوزخی ہے۔ لہٰذا یہ گمان جو سوال میں مندرج ہے غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

حدیث (۷)

عن ابى هريرة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انما اجلكم فى اجل من خلا من الامم مابين صلاة العصر الى مغرب الشمس

وانما مثلکم ومثل الیھود والنصارٰی کرجلٍ
استعمل عما لافقال من یعمل لی الی نصف
النھار علٰی قیراطٍ قیراطٍ فعمل الیھود الٰی نصف
النھار علٰی قیراطٍ قیراطٍ ثم قال من یعمل لی من
نصف النھار الٰی صلوۃ العصر علٰی قیراطٍ قیراطٍ
فعملت النصارٰی من نصف النھار الٰی صلوۃ
العصر علٰی قیراطٍ قیراطٍ ثم قال من یعمل لی من
صلوۃ العصر الٰی مغرب الشمس الالکم الاجر
مرتین فغضبت الیھود والنصاری فقالوا نحن اکثر
عملاً واقل عطاءٍ قال اللّٰہ تعالٰی فھل ظلمتکم
من حقکم شیاً قالوا لاقال اللّٰہ تعالٰی فانہ'
فضبلی اعطیه من شئت۔ ﴿صحیح بخاری، مشکوۃ شریف﴾

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میری امت تمہاری عمریں

پہلی امتوں کی عمروں کے مقابلے اتنی ہیں جتنا کہ نمازِ عصر سے لے کر غروب تک کا وقت ہے ﴿یعنی دن بھر کے مقابلے میں یہ وقت بہت تھوڑا ہے﴾ اور تمہارے عمل کی مثال اور یہود و انصار کے عمل کی مثال یوں ہے کہ مثلاً ایک آدمی نے مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ صبح سے نصف دن تک ایک ایک قیراط پر مزدوری کرو گے تو یہودیوں نے نصف دن تک ایک ایک قیراط پر مزدوری کی پھر اس نے کہا کون ہے جو نصف دن سے نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر مزدوری کریگا تو عیسائیوں نے نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر مزدوری کی پھر اس نے کہا کون ہے جو نماز عصر سے مغرب تک دو دو قیراط پر مزدوری کرے گا تو اے میری امت تم ہو جنہوں نے نماز عصر سے مغرب تک دو دو قیراط پر مزدوری کی۔ ہاں ہاں تمہارے لئے اے میری امت دو گنی اجرت ہے تو یہ دیکھ کر یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے کہ

اے اللہ ہمیں تو اجرت کم ملی حالانکہ ہم نے کام زیادہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم سے جو اجرت طے کی تھی اس میں سے تمہیں کچھ کم تو نہیں ملا۔ یہود و انصاریٰ بولے یا اللہ نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں عطا کروں ﴿جیسے کوئی مالک کہہ دے یہ میرا مال ہے میں خواہ کسی کو ویسے ہی دے دوں کسی کو کیا اعتراض﴾

والحمد للہ رب العالمین

یہاں بھی نسبت کی برکت ہے کہ جن کے ہم امتی ہیں انہیں کی طرف منسوب ہونے کی برکت ہے کہ کام تھوڑا یعنی عمریں تھوڑی اور اجر بہت زیادہ ہے۔ دس گنا سات سو گنا اس سے بھی زیادہ۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار

الھم صلی وسلم وبارک علے حبیبک ونبیک رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین وعلے الہ واصحابہ

وازواجه الطاهرات امهات المومنين بعددرمل الصحاري والقفار وبعدداوراق البناتات والاشجار وبعدد قطر الامطار وبعدد كل ذرة وورقة وقطرة مائة الف الف مرة۔

حدیث (۸)

اگر کسی کی نسبت اپنے منسوب الیہ کی طرف عقیدت و محبت سے ہو ادب و احترام سے ہو تو اس کا مرتبہ منسوب الیہ کے اعتبار سے بڑھ جاتا ہے اور اگر کسی کی نسبت اپنے منسوب الیہ کی طرف بے ادبی و گستاخی کی ہو تو اس کا مرتبہ اپنے منسوب الیہ کے اعتبار سے گر جاتا ہے اور مبغوض خلائق ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے "من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب" "جس کسی نے میرے کسی دوست کسی ولی کے ساتھ عداوت و دشمنی کی اس کے

لئے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

یہ ایسا کرنے والا مبغوض حق اس لئے ہوا کہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے کسی دوست کی طرف بے ادبی و گستاخی کی ہو گئی۔

اسی اعتبار سے انسان تو انسان اگر کسی غیر انسان سے بھی بے ادبی کا ظہور ہو تو وہ بھی مبغوض خلائق ہو جاتا ہے چنانچہ جب نمرودیوں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے خلیل ابراہیم علیہ السلام پر آگ بھڑکائی تو گرگٹ آگ تیز کرنے کی نیت سے پھونکیں لگاتا تھا وہ بدیں وجہ ایسا مبغوض خلائق ہوا کہ جو اس گرگٹ کو ایک ضرب میں مار دے اسے سو نیکی ملتی ہے۔

حدیث ⑨

حدیث پاک میں ہے:

عن ام شریكٍ ان رسول اللّٰه ﷺ امربقتل الوزغ وقال كان ينفخ علے ابراهيم۔

﴿بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ شریف﴾

یعنی رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ کو مار دینے کا حکم دیا اور فرمایا یہ اس لئے ہے کہ یہ گرگٹ نار خلیل علیہ السلام پر آگ بھڑکانے کے لئے پھونکیں لگاتا تھا۔ نیز صحیح مسلم میں ہے۔

حدیث ⑩

عن ابی هريرة ان رسول اللّٰه ﷺ قال من قتل وزغاً فی اول ضربةٍ كتب له ماته حسنةٍ وفی الثانية دون ذالك وفی الثالثة دون

ذالک۔ ﴿مشکوٰۃ شریف﴾

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص گرگٹ کو ایک ضرب میں مار دے اس کے نامہ اعمال میں سو﴿۱۰۰﴾ نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو دوسری ضرب میں مارے اس کو اس سے کم اور تیسری ضرب میں مارنے والے کو اس سے کم نیکیاں ملیں گی۔ الحاصل یہ نسبت ہی کی وجہ سے ہے کہ منسوب الیہ جتنی قدرو منزلت والا ہو گا اس کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کرنیوالا بھی اتنا ہی نیچے گر جائے گا۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ ﴿قرآن مجید﴾

یعنی منافق لوگ جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے۔ یہ منافق لوگ کافروں مشرکوں بت پرستوں ظالموں فاجروں سے بھی نیچے ہوں گے۔ حالانکہ منافقوں میں نمازی بھی ہوتے ہیں۔ غازی بھی روزہ دار بھی حاجی بھی

پھر کیوں سب سے نیچے ہوں گے یہ صرف اس لئے کہ
منافق لوگ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کی شان
گھٹانے کے درپے رہتے تھے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بے ادبی
سے بچے رہنے کی توفیق عطا کرے۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

حدیث (۱۱)

نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کے شاہزادے سیدنا
ابراہیم رضی اللہ عنہ کا شیر خوارگی میں وصال ہو گیا تو نبی
کریم ﷺ نے فرمایا:

ان ابراھیم ابنی وانه' مات فی الثدی وله'
ظئران تکملان رضاعه' فی الجنة۔ ﴿صحیح مسلم﴾

یعنی ابراہیم میرا بیٹا ہے اور اس کا انتقال شیر خوارگی
میں ہو گیا ہے اور اب اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے

والی مقرر کی گئی ہیں جو اس کو مدت رضاعت تک دودھ پلائیں گی۔

قابل غور بات ہے کہ یہ امتیازی شان کسی اور بچے کو کیوں نہ ملی کیا اس بچے نے نمازیں پڑھی تھیں یا روزے رکھے تھے یا اللہ کی راہ میں جہاد کیے تھے جس کی وجہ سے اس بچے کو جہاں بھر کے بچوں سے انوکھی اور امتیازی شان ملی کہ جنت میں دو دودھ پلانے والی مقرر کی گئیں ہر ایماندار ادنیٰ توجہ سے جان جائے گا کہ یہ سب نسبت کی برکتیں ہیں یعنی چونکہ وہ حبیب خدا شاہ انبیاء سید الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہزادہ ہے اس لئے اس کو سارے جہان سے امتیازی شان نصیب ہوئی۔ اے میرے عزیز تو بھی دامن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھام لے ان کے ساتھ نیاز مندی کی نسبت قائم کر لے اور دل سے یہ کدورتیں نکال دے کہ کسی کی طرف منسوب ہونا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اے میرے عزیز صرف عمل پر بھروسہ

کرنا یہ خارجیوں اور منافقوں کا شیوہ ہے اور کان کھول کر سن لے کہ اگر قیامت کے دن عملوں کا حساب ہوا تو بچ نہیں سکے گا۔

من نوقش فی الحساب یھلك

اللہ تعالیٰ میری اور تیری نسبت مضبوط اور محفوظ رکھے۔ امین۔

ان چند احادیث مبارکہ کے بعد نسبت کا ثبوت سچے واقعات اور اکابر کے اقوال مبارکہ سے پیش کیا جاتا ہے۔ شائد کسی کے دل میں یہ بات اتر جائے اور وہ بے نسبتی کو چھوڑ کر کسی اللہ والے کی وساطت سے حبیب خُدا سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت قائم کر کے دونوں جہان کی سعادت حاصل کر لے۔

وماذالك علے اللّٰه بعزيز۔

۱

عارف باللہ علامہ حقی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح البیان میں فرمایا:

قالوا لووضع شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوعصاہ اوسوطہ' علیٰ قبر عاصٍ لنجاذالك العاصی ببرکات تلك الذخیرۃ من العذاب۔

﴿سورہ اعراف پارہ نمبر ۹﴾

یعنی اگر کسی مجرم و گنہگار ﴿بشرطیکہ وہ مومن ہو﴾ کی قبر پر رحمت دوعالم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک یا چھڑی مبارک یا کوڑہ رکھ دیا جائے تو وہ مجرم وہ گنہگار ان تبرکات کی برکت سے عذاب سے نجات حاصل کرلے گا۔

یہ ساری بہاریں نسبت کی ہیں۔

اللھم ثبتنا علیٰ ذالك

۲

سیدنا انس بن مالک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ تشریف لائے اور کھانا تناول فرمایا اور بعد میں دستر خوان کے ساتھ ہاتھ مبارک صاف کیے تو جس دستر خوان کو رحمت دوعالم ﷺ کا ہاتھ مبارک چھو گیا دست مبارک کے ساتھ نسبت ہو گئی ازاں بعد اس دستر خوان کو کبھی آگ نہ لگی۔ چنانچہ ایک دن سیدنا انس صحابی رضیٰ اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ دستر خوان میلا ہو چکا ہے آپ نے خادمہ کو حکم دیا کہ اس دستر خوان کو تنور میں ڈال دے اس نے اُٹھایا اور جلتے تنور میں ڈال دیا یہ دیکھ کر مہمان حیران ہوئے اور دھوئیں کا انتظار کرنے لگے کہ ابھی دھواں اٹھیگا اور یہ کپڑا ﴿دستر خوان﴾ جل کر راکھ ہو جائے گا۔ لیکن مہمان کیا دیکھتے ہیں کہ خادمہ نے کنڈی ڈالی

اور دستر خوان تنور سے نکالا دیکھا کہ دستر خوان اُجلا سفید ہے مگر دستر خوان کا ایک تار بھی نہیں جلا۔ متعجب ہو کر وہ مہمان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ اے صحابی رسول یہ بتایئے کہ اس کپڑے کو آگ نے کیوں نہیں جلایا یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ وہ دستر خوان ہے جس کے ساتھ حبیب خُدا سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اور منہ مبارک صاف کیا تھا اس لئے اب اس کو آگ نہیں جلاتی۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے:

ازانس فرزند مالک آمدست
کہ بمہمانی اوشخصے شدہ است
اوحکایت کردکزبعد طعام!
دیدانس دستار خواں رازروفام
چرک آلودہ وگفت اے خادمہ

اندر افگن در تنورش یکدمہ
در تنور پرز آتش در فگند
آں زمان دستار خوانرا ہوشمند
جملہ مہماناں دراں حیراں شدند
انتظار دو دکند دری بدند
بعد یکساعت بر آورد از تنور
پاک وسپیدو ازاں اوساخ دور
قوم گفتند اے اصحابی عزیز
چوں نسوز دومنقاگشت نیز
گفت زانکہ مصطفیٰ دست ووہاں
پس بمالید اندریں دستار خواں
اے دل ترسندہ از نار و عذاب
باچناں دست ولبے کن اقتراب

سبحان اللہ :-

کپڑے کا کام ہے آگ میں جل جانا اور آگ کا کام ہے کپڑے کو جلا دینا مگر نبی رحمت جان دو عالم ﷺ کے ہاتھ اور منہ مبارک کے ساتھ جس کپڑے کی نسبت ہو گئی اس کو آگ نہیں جلا سکتی خواہ کتنی ہی تیز آگ کیوں نہ ہو تو جس مومن کی نسبت صاحب لولاک ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کے ساتھ قائم ہو جائے۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہو اسے دوزخ کی آگ سے کیا کام۔

۳

بلاواسطہ یوں کہ کسی کے جسم کے ساتھ حضور ﷺ ہاتھ مبارک یا پاؤں مبارک خواہ حضور کا بال مبارک مس ہو جائے اور بالواسطہ یوں کہ کوئی چیز مثلاً کپڑا یا لاٹھی یا چھڑی وغیرہ جان جہاں ﷺ کے جسم پاک کے کسی حصے کے

ساتھ لگ جائے یا اس کی قبر کے ساتھ لگ جائے وہ عذاب الٰہی سے نجات پا جائے گا۔ جیسے کہ واقعہ نمبر ا میں گذرا۔

والحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

(۴)

بلکہ جو حضرات اولیاء امت عشق و محبت کی وجہ سے فنا فی الرسول کے درجے پہنچ چکے ہیں ان کے جسم کے ساتھ کوئی چیز مس ہو جائے تو وہ بھی ذریعہ نجات اور دافع بلا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ خواجہ خواجگان خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا خادم جسے رجل مغربی کہا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ بسطامی قدس سرہ' کے وصال کے بعد رجل مغربی اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا

تھا کہ منکر نکیر کے سوال وجواب کی بات چل نکلی تو رجل مغربی بولا اگر مجھ سے منکر نکیر سوال کریں تو میں ان کو جواب دے لوں گا۔ دوستوں نے کہا ہمیں کیسے پتہ چلے گا؟ تو رجل مغربی نے کہا تم میری قبر پر بیٹھ جانا اور سن لینا۔ چنانچہ جب وہ خواجہ بسطامی قدس سرہ کا خادم رجل مغربی فوت ہوا تو وہ دوست اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نکیرین کے سوال وجواب سنا دیئے تو جب منکر نکیر نے سوال شروع کئے تو رجل مغربی نے جواب میں کہا:

اتسألونی وقد حملت فروة ابی یزیدٍ علیٰ عنقی فمضوا وترکوہ۔ ﴿روح البیان سورہ نحل پارہ ۱۴﴾

یعنی اے فرشتو تم مجھ سے بھی سوال کر رہے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا کوٹ اپنے ان کندھوں پر اٹھائے رکھا تھا یہ جواب

سنکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے منکر نکیر اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ والحمدللّٰہ رب العالمین۔

یہ ساری بہاریں نسبت کی ہیں اور یہ کہ منسوب کی قدر منسوب الیہ کے مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

۵

بلکہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے ساتھ کسی چیز کی نسبت ہو جائے تو اس چیز کی برکت سے دنیاوی مصیبتیں بھی ٹل جاتی ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ المحدثین الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا کہ ایک وقت سخت قحط سالی ہوئی لوگ نہایت ہی پریشان ہوئے دعائیں کرتے ہیں مگر بارش نہیں ہوتی۔

حضرت بی بی سارہ رحمتہ اللہ علیہا کے صاجزادے شیخ نظام الدین ابوالموید نے اپنی والدہ ماجدہ کے کرتے کا ایک تار ﴿دھاگہ﴾ لیا اور دربار الہٰی میں عرض کی یااللہ یہ اس خاتون کے کرتے کا تار ہے جس پر کسی نامحرم کی نظر نہیں پڑی اس کے طفیل بارش عطا کر ابھی شیخ ابوالموید نے یہ جملہ کہا ہی تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔

﴿اخبار الاخیار شریف ص ۵۸۲﴾

سبحان اللہ! اے میرے عزیز غور کر کہ نسبت کی کتنی شان ہے۔ قحط سالی ہوتی ہے لوگ دعائیں کرتے ہیں نماز استسقٰے پڑھتے ہیں۔ مگر رحمت الہٰی متوجہ نہیں ہوتی مگر جب اس کرتے کے دھاگے کو جو اللہ تعالیٰ کے ولی کے جسم کے ساتھ مس ہو چکا ہے واسطہ دیا جاتا ہے تو فوراً رحمت الہٰی جوش میں آجاتی ہے اور باران رحمت کا نزول اسی وقت شروع ہو جاتا ہے اور اس کپڑے کو جو اللہ تعالیٰ کے دوست

خواجہ بسطامی قدس سرہ کے جسم مبارک کے ساتھ مس ہو چکا ہے اس کا ذکر کیا جاتا ہے تو قبر کا حساب بھی معاف ہو جاتا ہے۔ یہ ساری بہاریں نسبت کی ہیں نسبت مضبوط ہو تو خدا تعالیٰ کے دوست اللہ تعالیٰ کے اذن سے امداد کے لئے قبر میں پہنچ کر بچا لیتے ہیں۔

٦

چنانچہ قطب وقت حضرت امام شعرانی قدس سرہ' اپنی تصنیف میزان الشریعۃ الکبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب شیخ ناصر الدین لقانی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو بعد میں کسی کے ساتھ عالم رویاء میں ملاقات ہوئی پوچھا مولانا کیا حال ہے اور کیا کچھ در پیش ہوا تو فرمایا مجھے جب قبر میں رکھا گیا اور منکر نکیر حساب کے لئے قبر میں آگئے تو اچانک میری قبر میں سیدنا امام مالک رحمتہ اللہ بھی پہنچ گئے اور منکر

نکیر سے فرمایا کہ ان جیسوں سے بھی اللہ رسول پر ایمان کے متعلق پوچھتے ہو۔ "تنحیا عنه" ہٹ جاؤ اس کو چھوڑ دو تو منکر نکیر چھوڑ کر چلے گئے۔

﴿المیزان الکبریٰ ص ۵۳ جلد اوّل﴾

(۷)

اسی قسم کا واقعہ خلاصۃ العارفین میں مرقوم ہے۔ شیخ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی جب کوئی فوت ہو جاتا تو آپ اس کے جنازے کے پیچھے پیچھے جاتے اور جب وہ مردہ دفن کیا جاتا تو آپ اس کی قبر پر جا کر کچھ درود پاک وغیرہ پڑھتے اور پھر واپس آجاتے۔ ایک دن آپ کا ہمسایہ فوت ہو گیا۔ آپ اپنی عادت مبارکہ کے مطابق جنازے کے پیچھے ہو لئے اور جب اسے دفن کر چکے تو آپ

کچھ دیر اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئے ازاں بعد آپ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور کہا الحمد للہ' صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ وہاں موجود تھے انہوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا جب اس درویش کو دفن کیا گیا تو منکر نکیر آگئے۔ ازاں بعد آگ نے اسے جلانا چاہا اتنے میں اس کے پیر شیخ جلال الدین زکریا آگئے اور درمیان میں کھڑے ہو گئے اور آگ کو للکارا کہ دور ہو جا یہ میرا مرید ہے آواز آئی اے جلال الدین ہے تو ایسا ہی جیسے تو نے کہا ہے لیکن اس نے تیرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے تو اس کو چھوڑ دے تا کہ اسے آگ جلائے۔ شیخ جلال الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کی میرے پروردگار اس نے اگرچہ میری مخالفت کی ہے لیکن اتنا تو کہتا تھا کہ میں جلال الدین کا مرید ہوں۔ حکم الٰہی ہوا اچھا ہم نے تیری خاطر اسے معاف کر دیا۔

﴿خلاصۃ العارفین مترجم ص ۲۱﴾

ایک جگہ یہ رسم تھی کہ جب کوئی مر جاتا تو اس مردے کو غار میں رکھ دیتے اور اس مردے کے ساتھ ایک زندہ مرد کو بھی ساتھ بھیجتے۔ ایک شخص فوت ہوا تو شیخ الاسلام غوث بہاؤ الحق ملتانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس مردہ کے ساتھ مجھے بھیجو وہ شخص بدکردار تھا اس کو عذاب دینے کے لئے فرشتے آئے تو وہ مردہ آپ کی طرف ہو گیا آواز آئی کہ فرشتو ٹھہر جاؤ کیونکہ جو شخص میرے دوست بہاؤ الحق کی حمایت میں ہو جائے اسے عذاب مت دو۔ اس پر اس کی نجات ہو گئی۔ ﴿خلاصۃ العارفین ص ۲۸﴾

۹

مکتبہ فکر دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی

تھانوی اپنی کتاب افاضۃ الیومیہ میں لکھتے ہیں کہ سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کا دھوبی مر گیا جب اسے دفن کرچکے تو قبر میں منکر نکیر آگئے اور اس سے سوال کیا: من ربك مادينك ومن هٰذالرجل وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں۔ اسی پر اس دھوبی کی نجات ہو گئی۔

﴿افاضات الیومیہ ص۹۱ جلد دوم﴾

الحمد للہ رب العالمین۔ یہ سب نسبت کے کرشمے ہیں۔

(۱۰)

سیدنا امام احمد بن حنبل قدس سرہ' ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھے وضو کررہے تھے اور ایک شخص بلندی

پر ﴿یعنی جدھر سے پانی آرہا تھا﴾ بیٹھا وضو کر رہا تھا جب اس نے سیدنا امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور براہ ادب نیچے بہاؤ کی طرف بیٹھ کر ہاتھ منہ دھو کر چلا گیا پھر جب وہ مرا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ مجھے میرے پروردگار نے بخش دیا۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا کس سبب سے بخشش ہوئی؟ تو اس نے وہ دریا والا واقعہ سنا دیا اور کہا کہ اللہ کریم جل جلالہ' نے اسی تعظیم و ادب کی وجہ سے مجھے بخش دیا۔ ﴿تذکرۃ الاولیاء﴾

۱۱

مولانا حمید الدین بنگالی نے جب سیدنا امام ربانی مجدّد الف ثانی سرہندی قدس سرہ العزیز سے سلوک حاصل کیا اور خلافت سے مشرف ہوئے تو مولانا کو امام ربانی قدس

سرہ نے دستار عطا کرنا چاہی مگر مولانا حمید الدین نے اصرار کر کے آپ کا استعمال شدہ پاپوش مبارک حاصل کیا اور وطن واپس ہوتے وقت وہ پاپوش مبارک دانتوں میں دبا کر تین کوس رجعت قہقری یعنی اُلٹے پاؤں چلے پھر اس پاپوش مبارک کو سر پر باندھ لیا اور وطن پہنچے وہاں جا کر ایک بہترین چبوترہ بنایا اس پر اس پاپوش مبارک کو ادب کے ساتھ رکھا۔ مولانا موصوف کے پاس جس قسم کا بیمار آتا فرماتے پیالے میں پانی لاؤ پھر آپ اس پاپوش مبارک کی نوک اس پیالے میں پھیرتے اور فرماتے پانی پی لو تو اس پاپوش مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا دے دیتا اور اگر کسی بیمار کی قسمت میں شفا نہ ہوتی تو وہ پیالہ ٹوٹ جاتا۔ ﴿ملفوظات خواجہ للہی﴾

یہ ساری برکتیں نسبت کی ہیں کہ جو جوتا اللہ تعالیٰ کے ولی کے پاؤں مبارک کے ساتھ لگ گیا اس میں شفا ہی

شفا ہو گئی۔ سچ پوچھو تو نسبت بڑی چیز ہے۔

(۱۲)

یحییٰ عمار کو اس کے مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے جواب دیا کہ میں جب دربار الٰہی میں حاضر ہوا تو اللہ رب العالمین جل جلالہ' نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے یحییٰ ہم تجھ سے سخت جواب طلبی کرتے لیکن ایک دن تو نے ایک محفل میں اس انداز سے ذکر کیا کہ ہمارا ایک دوست سن کر بہت خوش ہوا لہذا ہم نے تیری اسی وجہ سے مغفرت کر دی تجھے بخش دیا۔

﴿تذکرۃ الاولیاء دیباچہ﴾

(۱۳)

سیدنا خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں

ایک شخص شقی ﴿جہنمی﴾ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا ﴿اپنے کردار کے سبب﴾ ایک دن وہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ ٗ کی مجلس میں جا بیٹھا اور پھر جب وہاں سے اٹھا اور واپس جا رہا تھا تو کسی نے اس کو اسی شقی کے لقب سے پکارا تو ہاتف سے آواز آئی اب اس کو شقی ﴿جہنمی﴾ مت کہو۔ کیونکہ جو شخص ہمارے جنید کی صحبت میں ایک ساعت بھی بیٹھ گیا وہ شقی نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا یہ اب سعید ﴿جنتی﴾ ہو گیا ہے۔ ﴿ذکر خیر ص ۳۲۹﴾

واہ رے نسبت تیرا کیا کہنا۔

۱۴

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ ٗ نے فرمایا ایک مرتبہ ایک نوجوان جو کہ بڑا فاسق و فاجر تھا ملتان میں فوت ہوا اس کے مرنے کے بعد اسے کسی نے خواب

میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے بتایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے جب اس سے بخشش کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا ایک دن حضرت خواجہ غوث بہاؤ الحق ملتانی قدس سرہ، ایک راستے پر جا رہے تھے تو میں نے ان کے دست مبارک کو بوسہ دیا تھا اسی دست بوسی کی وجہ سے میری بخشش ہو گئی۔ ﴿خلاصۃ العارفین ص ۲۰﴾

بر کریماں کارہا دشوار نیست

اے میرے عزیز تو بھی بے نسبتی کو چھوڑ کر کسی اللہ والے کے ساتھ نسبت قائم کر لے تاکہ تو بھی جنت کی بہاریں حاصل کر سکے۔ وماذالک علی اللہ بعزیز۔

۱۵

سلطان محمود غزنوی جب حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض معروض

کے بعد سلطان محمود نے عرض کی کہ مجھے کچھ عنایت فرمائیں حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنا پیراہن مبارک عطا فرمایا اور پھر جب سلطان محمود سومنات پر حملہ آور ہوا اور دیکھا کہ ہندوں کا پلہ بھاری ہو رہا ہے۔ محمود گھوڑے پر سے کودا اور اس پیراہن مبارک کو آگے رکھ کر عرض کی یااللہ اس پیراہن مبارک کے طفیل مجھے فتح نصیب کر تو اسی وقت جنگ کا نقشہ بدل گیا اور سلطان کو فتح نصیب ہوئی پھر سلطان محمود غزنوی نے خواب میں حضرت خواجہ خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا حضرت خواجہ فرمارہے ہیں: اے محمود تو نے ہمارے خرقہ کی قدر نہیں کی اگر تو اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرتا کہ یااللہ اس خرقہ کے طفیل سارے کافر مسلمان ہو جائیں تو سب مسلمان ہو جاتے۔

﴿حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۸۰﴾

(۱۶)

حالات مشائخ نقشبندیہ میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے تنور میں روٹی لگائی تو باقی سب روٹیاں پک گئیں مگر وہ روٹی جس کو حبیب خُدا ﷺ کا دست مبارک لگ گیا اسے کچھ آنچ نہ آئی۔ صفحہ ۱۱۲

نسبت کا ثبوت قرآنی آیات اور احدیث مبارکہ نیز واقعہ سے پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمان بھائیوں کو اپنی نسبت مضبوط کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور اسی نسبت کی برکت سے ہمیں دونوں جہاں کی سعادت عطا کرے۔ زاں بعد نسبت کو تمثیل کے رنگ میں پیش کیا جارہا ہے۔ شائد کسی کے دل میں اتر جائے میری بات۔

تمثیل

ظاہری علم ﴿قرآن وحدیث﴾ اور نسبت کی مثال
یوں ہے جیسے کہ بجلی کی فٹنگ اور بجلی کا کرنٹ ہے۔
تمثیل یوں کہ کوئی شخص مکان بناتا ہے اس میں شاندار
طریقے سے فٹنگ کراتا ہے ہر قسم کے بلب لگواتا ہے۔
رنگارنگ کی ٹیوبیں نصب کراتا ہے، رنگارنگ کے قمقمے اور
گلوب آویزاں کرتا ہے مگر وہ بجلی یعنی کرنٹ حاصل نہیں
کرتا بلکہ وہ ظاہر فٹنگ پر ہی خوشیاں مناتا ہے۔

خوشنما اور خوبصورت بلب اور ٹیوبیں دیکھ دیکھ کر
خوش ہوتا ہے کہ یہ بلب کتنا خوشنما ہے یہ گلوب کتنا
خوبصورت ہے مگر وہ اندھیری رات کے انجام سے بے
خبر ہے وہ اسی خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ بہت اچھی فٹنگ

ہو گئی ہے پھر اچانک سورج ڈوب جاتا ہے۔ اندھیرا چھا جاتا ہے تو اسے سوائے ندامت اور حسرت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے بجلی حاصل کی ہی نہیں تو بلب اور ٹیوبیں کیسے روشن ہوں۔

یوں ہی کچھ لوگ ظاہری علم اور عمل تو بہت حاصل کرتے ہیں مگر وہ رحمتہ للعالمین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی اور باطنی نسبت جو کہ بزرگانِ دین اولیاء کاملین کے ذریعہ حاصل کی جاتی ہے حاصل نہیں کرتے تو جب ان کی زندگی کا سورج غروب ہوگا اور وہ اندھیری قبر میں جائیں گے تو وہاں سوائے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور وہاں کف افسوس ملنے سے وہ نسبت والا نور حاصل نہ کر سکیں گے اور وہاں یہ خشک علم و عمل فائدہ نہ دیں گے۔ اور اگر نسبت حاصل کی ہوگی تو جیسے

آپ مندرجہ بالا دلائل وواقعات سے پڑھ چکے ہیں نور ہی نور اور بخشش ہی بخشش ہو گی اور ایسے ہی صاحب نسبت صاحب ایمان لوگوں کے لئے ارشاد ربانی ہے :

یسعی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم بشرٰی لکم الیوم جنات" تجری من تحتھا الانھار۔

تنبیہ :

جیسے بجلی کا کرنٹ تاروں اور کھمبوں کے ذریعہ پاور ہاؤس سے حاصل کیا جاتا ہے یوں ہی ولیوں غوثوں قطبوں کے ذریعہ سید الانبیاء خاتم النبین ﷺ کی ذات پاک سے نسبت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ نسبت قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علی حبيبه رحمة للعالمين شفيع المذنبين وعلی اله واصحابه اجمعين۔

ابو سعید **محمد امین** غفرلہ' ولوالدیہ
جامع تبلیغ الاسلام، مفتی آباد
فیصل آباد